ڈاکٹر ظہور احسان الٰہی رانا

علامہ محمد طاہر پٹنی

اور ان کی مجمع بحار الانوار

ملک المحدثین جمال الدین[1] ابوالفضل[2] محمد بن طاہر بن علی الصدیقی الفتنی (پٹنی) ۹۱۴ھ/۱۵۰۸م[3] میں گجرات کے ایک قدیم قصبے نہروالا[4] (یعنی پٹن، بتشدید تاے ہندی) میں، جو اس دور میں علوم و فنون کا ایک اہم مرکز تھا، پیدا ہوئے۔

محمد بن طاہر پٹنی بوہرہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ غلام علی آزاد نے سبحۃ المرجان میں لکھا ہے[5] کہ محمد بن طاہر اپنی والدہ کی طرف سے صدیقی تھے۔ ان کے باپ دادا متمول تھے اور تاجر تھے، کہا جاتا ہے کہ ان کے دادا نے اپنے دونوں بیٹوں میں دولت تول تول کر تقسیم کی۔

محمد بن طاہر پٹنی نے دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ پھر استاذ الزمان مُلّا میٹھا (مُلّا مھتہ ؟) شیخ ناگوری، شیخ برہان الدین سمہودی اور مُلّا ید اللہ سودھی سے فیض حاصل کرتے رہے۔ وہ ابھی پندرہ سال کے ہوئے تھے کہ "علم ضروری" سے فارغ ہو گئے یعنی معقول و منقول اور اصول و فروع سبھی حاصل کر لیے۔

تیس سال کی عمر میں محمد بن طاہر حجاز چلے گئے، حج کیا، مدینہ منورہ گئے اور بعد میں تقریباً پانچ سال تک مکہ مکرمہ میں مقیم رہے۔ جہاں انھوں نے احمد بن علی بن حجر الھیتمی (متوفی ۹۷۳ھ،

---

[1] نیز "مجد الدین" (مرآۃ احمدی، ۳: ۱۱۶)

[2] کشف الظنون، استانبول ۱۳۱۰ھ، ۱: ۲۷۷)

[3] علامہ محمد بن طاہر پٹنی کی ولادت کا سال ۹۱۳ھ بھی بتایا گیا ہے۔ (النور السافر، ۳۶۱)

[4] نہروالہ "انہل واڑہ" سے معرّب ہے

[5] ص ۴۳۔

۱۵۶۵ء) صاحب الصواعق المحرقۃ، اور شیخ علاؤ الدین علی بن حسام الدین عبد الملک بن قاضیخان المتقی القادری الشاذلی الہندی (جونپوری) (متوفی ۹۷۵ھ/۱۵۶۷ء) جیسے نامور علما کے علاوہ شیخ جار اللہ بن عبد العزیز بن فہد الہاشمی، النور السافر کے مصنف العیدروسی کے دادا عبداللہ العیدروس علی بن عراق المدنی، حسن البکری المکی۔ ابو عبید اللہ الزبیدی، عبید اللہ الحضرمی اور شیخ برخوردار السندی سے استفادہ کیا۔ اسی دور میں شیخ علی المتقی الصوفی سے بیعت حاصل کر کے ان کے مریدوں میں شامل ہو گئے۔

وطن واپس آکر محمد بن طاہر پٹنی درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ اپنے وعدے کے مطابق وہ اپنے شاگردوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور ان کے احوال کی اصلاح میں ہمیشہ کوشاں رہے۔ اور علم اور مال دونوں کی نعمت سے ان کی پرورش کرتے رہے۔ النور السافر[۶] میں ہے کہ علامہ محمد بن طاہر کو طلبہ کے ہاتھوں کچھ تکلیفیں بھی اٹھانی پڑیں۔ وہ اپنے مرشد علی المتقی کے فرمان کے مطابق دوران تدریس شاگردوں کے لیے روشنائی بھی اپنے ہاتھوں سے تیار کیا کیا کرتے تھے۔

علامہ پٹنی درس و تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف میں بھی مصروف رہے۔ ان کی سب سے پہلی تالیف غالباً تذکرۃ الموضوعات (یا تذکرۃ الاحادیث الموضوعۃ) ہے۔ جسے انھوں نے ۹۵۸ھ میں آخری شکل دی۔ ۹۵۹ھ میں قانون الموضوعات مرتب کی۔ پھر کفایۃ المفرطین تالیف کی، یا ۹۶۱ھ میں مکمل ہوئی، علامہ نے رمضان ۹۷۵ھ میں مجمع بحار الانوار کی پہلی جلد کا مسودہ تیار کیا۔ رمضان ۹۷۶ھ میں مجمع بحار الانوار کی پہلی جلد کا مسودہ تیار کیا۔ رمضان ۹۷۶ھ میں دوسری جلد مکمل ہوئی اور ربیع الاول ۹۷۷ھ میں آخری جلد بھی تیار ہو گئی۔ اس کا تکملہ آخری وقت تک مرتب ہوتا رہا۔

علامہ محمد بن طاہر پٹنی کی زندگی کا آخری دور جہاد پسندی اور ہنگامہ آرائی کی نذر ہو گیا۔ انھوں نے یکایک اپنی توجہ کو احمد آباد کے سُنّی بوہروں کی بدعتوں کو دُور کرنے پر مرتکز کیا، اور اعلائے کلمۃ الحق کا ہنگامہ گرم کیا۔ اُدھر مقامی فرقہ مہدویہ زور پکڑ رہے تھے۔ علامہ پٹنی ان کے خلاف میدان

---

[۶] ص ۳۶۲

میں اتر پڑے۔ اس فرقہ کے بانی محمد سید خان بن عثمان بن موسیٰ جونپوری (متوفی ۹۱۰ھ/۱۵۰۵م) [۵۷] تھے۔ جنھوں نے علانیہ "مہدیٔ موعود" ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ علامہ پٹنی نے قسم کھائی کہ جب تک اس فتنے کو مٹا نہ لوں، سر پہ عمامہ نہ باندھوں گا۔ کچھ مدت تک عمامہ باندھنے کے بغیر اس کے استیصال میں مصروف رہے۔ اسی اثنا میں جلال الدین اکبر شاہِ ہند رفع فساد کی خاطر مالوہ آیا۔ حالات نے ایسی کروٹ لی کہ اکبر کو گجرات پر چڑھائی کرنی پڑی۔ چنانچہ اس نے ماہ صفر ۹۸۰ھ میں پہلے پٹن پر قبضہ کیا، پھر سارے گجرات پر قبضہ کر لیا۔ اور یہیں علامہ محمد بن طاہر سے اکبر بادشاہ کی ملاقات ہوئی حالات معلوم کر کے اکبر نے علامہ کی دلجوئی کی اور اپنے ہاتھ سے ان کے سر پہ عمامہ باندھا، اور انھیں "شیخ الاسلام" کے لقب سے سرفراز کیا۔ اور یہ کہا:

"نصرتِ دینِ متین بذمۂ من است، شما در ازالۂ بدعت کوشید" [۵۸]

اکبر اپنے رضاعی بھائی خان اعظم مرزا عزیز بیگ کوکہ کو ناظم گجرات بنا کر واپس چلا گیا۔ خان اعظم حنفی تھا۔ اس نے اپنے دورِ نظامت میں علامہ کی خاصی مدد کی۔ مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اکبر نے خان اعظم کو تبدیل کر دیا اور اس کی جگہ جواں سال عبد الرحیم خان خاناں بن بیرم خان کو، جو آزاد خیال شیعی تھا، ناظم گجرات مقرر کر دیا۔ مہدوی پھر سے مجتمع ہونے لگے۔ علامہ پٹنی نے مہدویہ کی شکایت کی، مگر ناظم نے توجہ نہ دی۔ ۹۸۳ھ میں اکبر بادشاہ نے مرزا خان خاناں کو دربار میں بلوا لیا۔ حالات بدتر ہو گئے۔ ۹۸۵ھ میں شہاب الدین احمد کو حاکم گجرات بنا دیا گیا اور اعتماد خان گجراتی کو پٹن کا والی مقرر کر دیا گیا۔ یہ دونوں دنیادار تھے کسی کو دین کی فکر نہ ہوئی اور مہدویہ نے پھر زور پکڑ لیا۔ علامہ پٹنی نے تنگ آ کر خود بادشاہ کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ ان کا مقصد یہ بھی تھا کہ ابوالفضل، فیضی اور مبارک کے جتھے کو شکست دیں۔ ہر چند شیخ وجیہ الدین علوی (متوفی ۹۹۸ھ ۱۵۸۹م) نے انھیں بطریق کنایہ منع کر کے فرمایا کہ یہ جہان مظہرِ اسمائے جلالی و جمالی ہے، حفظِ آثار و احکام پہ اسم صراطِ مستقیم ہے۔ مگر یہ مشورہ سودمند نہ پڑا۔ علامہ پٹنی تین دن سفر کی تیاری میں

---

۵۷ نجم الغنی: مذاہب الاسلام، ۶۹۵ - ۶۹۶

۵۸ باعثِ ترکِ دستار بسمع رسیدہ، نصرتِ دینِ متین بروفق ارادۂ شما بر ذمۂ معدلتِ من لازم است۔ (مآثر الکرام، ۱۹۵)

مشغول رہے اور اہل و عیال کو ملے بغیر آگرہ کو چل دیئے۔ راستے میں انھوں نے بمقام سارنگ پور اپنے ایک شاگرد حاجی محمد کے مکان پر تین دن قیام کیا۔ پھر ۶ رشوال ۹۸۶ھ/۶ دسمبر ۱۵۷۸م کو اُجین کی طرف بڑھے۔ شہر سے تین چار میل دُور ایک گاؤں میں رُکے۔ قرامطہ (یعنی مہدویہ) کے ایک گروہ نے ان کا تعاقب کیا اور موقعہ پاکر انھیں شہید کر ڈالا۔[۲۵]

کہا جاتا ہے کہ علامہ پٹنی تہجد گذار رہے تھے کہ چند اشخاص نے حملہ کر کے اُن کو اپنے ظلم کا نشانہ بنایا۔ سارنگ پور میں علاّمہ پٹنی کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ ان کی نماز جنازہ کئی بار ہوئی۔ علاّمہ کی میت کو اول شیخ الاسلام بھکاری کے قبہ میں سارنگ پور میں دفن کیا گیا۔ ادھر اکبر بادشاہ کو خبر ہوئی تو اسے سخت افسوس ہوا۔ اس نے حکم دیا کہ ان کی میت کو پٹن میں منتقل کر دیا جائے۔ چنانچہ پٹن میں ایک تعمیر شدہ گنبد کے نیچے انھیں دفن کیا گیا۔

اس مختصر سے مقالے میں علامہ پٹنی کے شیوخ و تلامذہ کے ذکر کی گنجائش نہیں۔

مجمع بحار الانوار

امام الراغب الاصفہانی (متوفی ۵۰۲ھ/۱۱۰۸م) کی المفردات فی غریب القرآن کی طرح مجدالدین ابن الاثیر الجزری (متوفی ۶۰۶ھ/۱۲۱۰م) کی النھایۃ فی غریب الحدیث والآثار ایک اہم اور بنیادی کتاب ہے۔ ابن الاثیر نے ابوعبید احمد بن محمد الہروی (متوفی ۴۱۰ھ/۱۰۲۰م) کی کتاب الغریبین اور ابوموسیٰ محمد بن ابوبکر الاصفہانی (متوفی ۵۸۱ھ/۱۱۸۵م) کی کتاب الغریب سے مواد جمع کیا۔ اور اسے اپنی ترتیب دے کر اضافات و استدراکات کے ساتھ پیش کیا۔ صفی الدین محمود بن ابی بکر الارموی (متوفی ۷۲۳ھ/۱۳۲۳م) نے اس کتاب کا ذیل لکھا۔ اس کتاب کا ایک اختصار عیسیٰ بن محمد الصفوی (متوفی ۹۵۳ھ/۱۵۴۶م) نے تیار کیا۔ اور پھر دوسرا جلال الدین السیوطی (متوفی ۹۱۱ھ/۱۵۰۵م) نے الدر النثیر کے عنوان سے مرتب کیا۔ شیخ علاؤ الدین علی المتقی نے بھی اسی معرکۃ الآرا کتاب النہایہ کی تلخیص کی۔

مجدالدین ابن الاثیر کی النھایۃ کے طریق پر مجدالدین محمد بن طاہر پٹنی کی کتاب مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل و لطائف الاخبار اپنے اندر نہ صرف النھایۃ مع تکملہ اور تتمہ ہے، بلکہ افادیت اور وسعت کے

[illegible]

اعتبار سے اس پر فوقیت رکھتی ہے۔

علامہ پٹنی نے مجمع بحار الانوار میں متقدمین اور متأخرین کی معلومات کو اس احتیاط سے سمیٹا ہے کہ کسی اہم نکتے کو نظر انداز نہیں ہونے دیا اور نہ دامن کو داغ تکرار سے آلودہ ہی ہونے دیا۔ سہل المنال ہونے کے ساتھ ساتھ اس کتاب کی ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ مؤلف نے ہر حدیث کے ماخذ کی نشان دہی بھی کر دی ہے۔ مثلاً کلمہ "سعید الاوار" ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے خطبے میں وارد ہوا ہے جو انھوں نے جنگِ جمل میں دیا تھا[۱۰]۔ یہ کلمہ احادیث و آثار کی اکثر کتابوں میں نہیں ملتا۔ علامہ پٹنی نے سیاق و سباق بتلاتے ہوئے متذکرہ بالا کلمے کی تفسیر بھی کر دی ہے۔

علامہ پٹنی نے احادیث و آثار کے علاوہ قرآن مجید کے غریب الفاظ اور نادر نکات کو بھی پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً آیت : حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ[۱۱] میں "جَمَل" اور "جُمَّل" دونوں قراءتوں پر بحث کی ہے۔ اسی طرح آیت : اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا[۱۲] میں يَيأس کو "مایوس ہونے" سے تعبیر نہیں کیا، بلکہ اس کی تفسیر اَلَمْ يَعْلَمُوْا بیان کی ہے۔ جو درست ہے۔ اور تمام قدیم عرب مفسرین نے بھی یہی بیان کیا ہے۔ قرآن مجید کا ترجمہ کرتے ہوئے اسی مقام پر اکثر و بیشتر علما سے سہو ہوئی ہے۔

مطبع نول کشور، لکھنؤ نے مجمع بحار الانوار کو رمضان ۱۲۸۳ھ میں پہلی بار شائع کیا۔ (طبع حجری) یہ طباعت چار جلدوں میں ہے۔ پہلی جلد ۴۷۶ صفحات پر مشتمل ہے، دوسری جلد ۴۲۵ رکھتی ہے۔ تیسری جلد صفحہ ۵۵۰ پر ختم ہوتی ہے۔ چوتھی جلد جو در اصل تکملہ ہے ۱۸۶ صفحات کی ضخامت رکھتی ہے۔ اسی مطبع نے مجمع بحار الانوار کی دوسری طباعت کا اہتمام ۱۳۱۴ھ میں کیا۔ اگرچہ یہ دونوں ایڈیشن بڑی محنت سے نکالے گئے۔ مگر یہ کام ادھورا رہا۔ اس کتاب پر باقاعدہ کام نہیں ہو سکا۔ مثلاً وہ متون جو علامہ پٹنی نے شرف الدین حسین بن محمد بن عبد اللہ الطیبی (متوفی ۷۴۳ھ/۱۳۴۳م) کی کتاب الکاشف عن حقائق السنن سے نقل کیے تھے صاف نہیں ہوئے۔ کسی اصل نسخے سے ان عبارتوں کا تقابل نہیں کیا جا سکا۔ الکاشف ابھی

---

[۱۰] ابن عبد ربہ العقد الفرید۔ بمدد اشاریہ [۱۱] القرآن المجید ۷ (الاعراف) : ۴۰

[۱۲] ایضاً، ۱۳ (الرعد) : ۳۱

تک غیر مطبوعہ ہے۔ اس کے کئی قلمی نسخوں کا ہمیں علم ہے۔ مثلاً پشاور، رام پور، آصفیہ لائبریری حیدرآباد دکن، بانکی پور، مشہد، موصل، متحف بریطانیا، گوتھا میں اس کے نسخے محفوظ ہیں۔ استانبول میں چار پانچ نسخے ہیں۔ اسی طرح شمس الدین محمد بن یوسف بن علی الکرمانی (متوفی ۷۸۶ھ/ ۱۳۸۴م) کی الکواکب الدراری فی شرح جامع البخاری (سال تالیف ۷۷۵ھ بمکہ مکرمہ) بھی مطبع نول کشور کے عملے کو دستیاب نہیں ہو سکی۔ الکرمانی نے حل طلب مقامات میں ہر ضروری پہلو پر اعتدال کو ملحوظ رکھ کر بحث کی ہے۔ اس کے قلمی نسخے پشاور، آصفیہ لائبریری، قاہرہ، آکسفورڈ، اسکوریال، تونس، موصل، حلب میں ملتے ہیں اور استانبول میں بھی پانچ چھ نسخے محفوظ ہیں۔ اس کتاب کی چند نمایاں خصوصیات سے قارئین کو واقفیت بہنچانا بے فائدہ نہ ہوگا۔ اس شرح میں لغوی اور نحوی شرح کے ساتھ ساتھ روایات کو بھی ضبط کیا گیا ہے۔ رجال اور رُوات کے نام اور لقب بھی بیان کیئے گئے ہیں اور ساتھ ساتھ احادیث متنافیہ کی تطبیق بھی کی گئی ہے یہ کتاب بھی اڈیٹر کی خدمات کا انتظار کر رہی ہے۔

اسی طرح علامہ بدر الدین محمد بن عبداللہ الزرکشی الشافعی (متوفی ۷۹۴ھ/ ۱۳۹۲م) کی تنقیح لالفاظ الجامع الصحیح سے بھی تقابل نہیں کیا جا سکا۔ تنقیح ایک مختصر مگر جامع شرح ہے۔ اس میں صرف الفاظ غریبہ کی توضیح کی گئی ہے۔ جن اسماء میں تصحیف کا احتمال تھا ان کے نقاط اور حرکات کو ضبط کر دیا گیا ہے۔ مؤلف نے اقوال مختلفہ میں سے صرف قول اصح پر اکتفا کی ہے۔ اور معانی حدیث کے متعلق بعض ایسے فوائد کا اضافہ کیا ہے جو عام قاری کو دوسری شرحوں سے بے نیاز کر دیتے ہیں۔ یہ کتاب بھی ابھی زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہوئی۔ اس کے قلمی نسخے پشاور، فاس، رباط، تونس، استنبول، پیرس، متحف بریطانیا، برلین، لائپزگ اور اسکوریال میں محفوظ ہیں۔

المفاتیح شرح المصابیح کا ذکر جو الحسین بن محمود بن الحسن الزیدانی (سال تالیف ۷۶۵ھ/ ۱۴۵۹م) کی تصنیف ہے علامہ عینی نے اپنی مجمع میں جا بجا کیا ہے۔ یہ کتاب بھی ابھی تک چھپ کر علما کے ہاتھوں میں نہیں پہنچی۔ اس کے قلمی نسخے بانکی پور لائبریری، رام پور، مشہد، قاہرہ، [illegible] نسخے [illegible] بھی ہیں۔ الصغانی کے حوالے بھی جا بجا

ملتے ہیں۔

عرب ممالک میں مجمع بحار الانوار غالباً اس لیے زیادہ مقبول نہیں ہوسکی کہ یہ ٹائپ میں نہیں چھپی ہے۔

مآخذ

العیدروسی : النور السافر، بغداد ۱۹۳۴م، ۳۶۱-۳۶۲ ۔

شیخ عبدالحق : اخبار الاخیار، ۲۷۲ ۔

غلام علی آزاد : سبحۃ المرجان ، ۴۳، ۴۴

ایضاً : مآثر الکرام، آگرہ ۱۳۲۸ھ، ۱۹۴-۱۹۶

عبدالوہاب بن احمد : تذکرہ محمد بن طاہر الخ (ترجمہ سید ابوظفر ندوی) دہلی ۱۹۵۴

علی محمد خان : مرآۃ احمدی ، کلکتہ ۱۹۲۸-۱۹۳۰م، ۳: ۱۱۶-۱۱۷ ودیگر مواضع

مفتی غلام سرور: خزینۃ الاصفیا، لاہور ۱۲۸۲ھ، ۴۳۳

صدیق حسن خان : اتحاف النبلاء ، کانپور، ۱۲۸۸ھ ، ۳۹۷-۴۰۰ -

ایضاً : ابجد العلوم ، ۸۹۵

عبدالحی لکھنوی : تعلیقات السنیۃ علی الفوائد البہیۃ، قاہرہ ۱۳۲۴ھ، ۱۶۴-۱۶۵

ایضاً : نزہۃ الخواطر، حیدرآباد، ۴ : ۲۹۸-۳۰۱

فقیر جہلمی : حدائق الحنفیہ ، ۳۸۵-۳۸۶

عبدالرحمٰن : تذکرہ علمائے ہند، ۱۹۱۴م ، ۱۹۵-۱۹۶

بروکلمن : G.A.L مع تکملہ، مواضع کثیرہ -